حل

ایک نہیں اس وقت کئی مسائل ہیں جنھوں نے پاکستان کے حقیقی مسلمانوں کو بے چین کیا ہے۔

❶ پاکستان کی نظریاتی بنیادوں پر پے در پے ضربیں جاری ہیں، اس نظریاتی ملک کے وجود میں آنے کے لیے اسلامیان برصغیر نے جو قربانیاں دی ہیں، ان کی تاریخ پر زمانے کی تہیں ابھی اس قدر نہیں جمیں کہ لوگ انھیں یکسر بھول جائیں، قربانیاں دینے والے اور ان کا مشاہدہ کرنے والے اب بھی موجود ہیں، گو چراغ سحری ہیں، پاکستان کا مطلب کیا ''لا الٰہ الا اللہ'' کے نعرے سے فضائیں گونجتی رہیں اور ان ہی فضاؤں کی آغوش میں دنیا کے نقشے پر ایک نیا ملک پاکستان کے نام سے وجود میں آیا، نصف صدی سے زیادہ وقت کا سفر طے ہو گیا لیکن ایک حقیقی اسلامی فلاحی مملکت کا خواب ابھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوا، بلکہ اب تو ان بنیادوں پر تیشہ چلایا جا رہا ہے جن پر اس ملک کا ڈھانچہ قائم کیا گیا تھا، اساسی پالیسیاں تبدیل کی گئیں، نصاب کو سیکولر بنانے کے لیے کوششیں جاری ہیں، نئے تعلیمی بورڈ درآمد کیے جا رہے ہیں اور معاشرے کی رگوں میں بے دینی کا خون دوڑانے کے لیے بیرونی اور اندرونی قوتوں نے سارے وسائل جھونک دیے ہیں۔

❷ میڈیا نسلوں کو بگاڑنے کے لیے ملٹی نیشنل کمپنیوں کے تعاون سے جس تیزی، جس رفتار اور جن مہیب وحشتوں کے ساتھ حملہ آور ہے، اس یلغار کی تباہ کاریوں سے کوئی بھی صرف نظر نہیں کر سکتا، نئے نئے ٹی وی چینل آ رہے ہیں اور انھیں بے حیائی اور بے دینی پھیلانے کے لیے پوری آزادی اور کھلی چھوٹ دی گئی ہے، کیبل بے حیائی کو طوفان کی صورت میں عام کر رہا ہے، کمپیوٹر اور انٹرنیٹ نے نسل نو کو جکڑ رکھا ہے، انٹرنیٹ کے سینکڑوں نہیں، ہزاروں ویب سائٹس ہیں جن میں شرم و حیا سے عاری انسان نما جانور دل خراش مناظر پیش کرتے ہیں۔ حکومت ''روشن خیالی'' کی منزل تک پہنچنے کے لیے کسی بے راہ روی پر قدغن لگانے کی پوزیشن میں نہیں، پالیسی ساز ذہنوں کی خواہش ہے کہ اقوام عالم کے سامنے پاکستان ایک ایسے روشن خیال اور اعتدال پسند ملک کے طور پر ابھرے جس پر بنیاد پرستی اور انتہاء پسندی کی کوئی پرچھائیں نہ ہو۔

❸ غیر اسلامی تہواروں پر اوباشوں کے جشن کو جس وسیع پیمانے پر عام کیا جا رہا ہے، پاکستان کی ستاون سالہ تاریخ میں اس کی نظیر نہیں، نیو ائیر نائٹ، بسنت، کرسمس ڈے، ویلنٹائن ڈے کی شراب و شباب کی محفلیں گزشتہ پانچ چھ سالوں سے جس انداز میں رنگ جما اور رنگ لا رہی ہیں، ماضی میں اس کی مثال نہیں ملتی، الیکٹرانک میڈیا کے کئی پروگرام ان کے لیے وقف کر دیے جاتے ہیں۔ اخبارات خصوصی اشاعتیں اور رنگین صفحات چھاپتے ہیں اور اُس کا نقد اثر معاشرے پر یہ پڑتا ہے کہ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں میں فحش عبارتوں پر مشتمل کارڈز کا تبادلہ ہوتا ہے۔ محبت کے گلدستے بھیجے جاتے ہیں، مخلوط محفلیں سجائی جاتی ہیں۔ ہوٹلوں اور کلبوں کو شراب و کباب اور رقص و سرور کی معصیتوں سے آلودہ کیا جاتا ہے اور ان خرافات میں کروڑوں نہیں بلکہ اربوں روپے صرف کیے جاتے ہیں، اور یہ سب کسی ترقی یافتہ ملک میں نہیں بلکہ اُس ملک میں ہو رہا ہے، جس کا معاشی ڈھانچہ بیٹھنے کو ہے، جس میں مہنگائی کے عفریت نے غریب عوام کو دبوچ رکھا ہے۔ جس میں غربت سے تنگ آ کر خودکشی کرنے والوں کی تعداد میں دن بہ دن اضافہ ہو رہا ہے اور جس میں گزشتہ تین چار سال کے اندر بنیادی ضروریات کی بعض اشیا کی قیمتوں میں پچاس فیصد تک اضافہ ہوا ہے۔ صرف گزشتہ ایک سال کے اندر پیٹرولیم مصنوعات میں سولہ فیصد اضافہ ہوا ہے۔ یہ سب کچھ ہو رہا ہے، یہ سب ہم دیکھ رہے ہیں۔ پاکستانی معاشرے میں اصلاحات کا بیڑا اُٹھانے والے صدر صاحب اور اُن کا عملہ نہ صرف یہ سب دیکھ رہا ہے بلکہ داد عیش دینے کے لیے ان پروگراموں میں شرکت کا کوئی موقع فروگزاشت نہیں ہونے دیتا۔ خیر سے معتدل پاکستان کے روشن خیال صدر محترم نے بھی لاہور آ کر اس سال بسنت کی ''مبارک ساعتوں'' کا لطف اُٹھایا۔

لوگ پوچھتے ہیں اس درد کا درماں اور اس بیماری کا علاج کیا ہے؟ ہمارے نزدیک اس کا حل سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ درد دل رکھنے والے اسلامیان پاکستان، اس فضائے معاصی کے خلاف سراپا صدائے احتجاج بن جائیں، ہر شخص اپنا ایک حلقہ اثر رکھتا ہے، اپنے گھر، اپنے محلہ، اپنے قبیلہ، اپنی مسجد، اپنی جماعت میں اس آگ کو بجھانے کے لیے آواز بلند کی جائے، خطباء منبر و محراب، واعظین، مقررین اسٹیج اور اہل علم اپنے قلم سے اس وبا سے بچانے کے لیے صدائیں لگائیں، ان نالوں کا زیادہ نہ سہی اثر ضرور پڑے گا، اس لیے